پائیدار معاشی ترقی میں معاشی، سماجی واخلاقی رکاوٹیں: اسلامی تناظر میں

Obstacles to Sustainable Economic Development on Economic, Social, and Ethical Barriers: An Islamic Perspective

Hafiz Muhammad Ijaz Saeed
MPhil Scholar, The Islamia University of Bahawalpur
Email: Mijazsaeedpgc@gmail.com
Asad Lateef
MPhil Scholar Ripha International University, Faisalabad
Email: asadlateef20@gmail.com
Hafiz Muhammad Kashif
PhD Scholar, Department of Usool Ul Deen University of Karachi
Email: 786kashif2015@gmail.com

Abstract:
Sustainable economic development is widely regarded as a fundamental pillar for the survival, stability, and progress of any state; however, its attainment is hindered by a range of economic, social, administrative, and ethical barriers. This study provides an analytical examination of these obstacles within an Islamic framework, highlighting that factors such as unemployment, poverty, corruption, economic inequality, and the unjust distribution of wealth significantly disrupt social balance and slow down the development process. Similarly, the lack of investment, low production levels, the decline of industrial and manufacturing sectors, and imbalances in imports and exports weaken a country's productive capacity and economic self-reliance.
Furthermore, weaknesses in the tax system, shortage of revenue sources, underutilization of available resources, and excessive dependence on foreign aid adversely affect fiscal stability and policy autonomy. At the structural and moral level, interest-based financial systems, corruption, bribery, and extravagant lifestyles of ruling elites undermine public trust and reinforce unequal distribution of resources, thereby widening socio-economic disparities.
Islamic economic principles, based on justice, balance, transparency, and public welfare, offer a comprehensive framework for addressing these challenges. Deviation from these principles contributes to economic instability, inefficiency, and a slowdown in development. Consequently, this study concludes that sustainable economic development can only be achieved when state policies are aligned with both economic reforms and

Islamic ethical-economic principles, ensuring the establishment of a just, stable, and self-reliant economic system.

Keywords: Sustainable Economic Development, Islamic Economics, Socio-Economic Barriers, Wealth Distribution, Corruption and Ethics, Financial Stability, Economic Reforms

جب کسی معاشرے میں دولت محدود افراد یا مخصوص گروہوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے تو اس کے نتیجے میں اقتصادی عدم مساوات جنم لیتی ہے، جس کا براہِ راست اثر عوام کی اکثریت پر پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں عام لوگ بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم رہ جاتے ہیں اور معاشرتی توازن متاثر ہوتا ہے۔ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نہ صرف غربت اور بے روزگاری میں اضافہ کرتی ہے بلکہ معاشرتی بے چینی اور جرائم کو بھی فروغ دیتی ہے، جو مجموعی طور پر پائیدار معاشی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ بنتے ہیں۔ مزید برآں، جب وسائل اور مواقع چند ہاتھوں تک محدود ہو جائیں تو عوام میں احساسِ محرومی بڑھتا ہے اور وہ نظامِ حکومت پر اعتماد کھو بیٹھتے ہیں، جس کے نتیجے میں سیاسی اور سماجی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے۔

ان مسائل کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ ریاستی سطح پر ایسی پالیسیاں مرتب کی جائیں جو دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنائیں اور ہر فرد کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم کریں۔ تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی سہولیات تک رسائی کو عام کرنا، سماجی تحفظ کے نظام کو مضبوط بنانا، اور ٹیکس کے عادلانہ نظام کو نافذ کرنا اس ضمن میں نہایت اہم اقدامات ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ غربت کے خاتمے کے مؤثر پروگرام اور معیشت کے مختلف شعبوں میں مساوی مواقع فراہم کرنا بھی ناگزیر ہے، تاکہ معاشرتی ناہمواری کو کم کر کے پائیدار معاشی ترقی کی بنیاد رکھی جا سکے۔

خلاصہ یہ کہ پائیدار معاشی ترقی کو درپیش اہم رکاوٹوں میں بے روزگاری، بدعنوانی، معاشی عدم توازن، غربت، تجارتی عدم توازن، سرمایہ کاری کی کمی، کم پیداوار، اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم شامل ہیں۔ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومتی اقدامات معاشرتی انصاف، اقتصادی استحکام اور انسانی وسائل کی ترقی پر مرکوز ہوں، کیونکہ یہی عوامل کسی بھی ملک کی ترقی اور استحکام کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

درحقیقت، پائیدار معاشی ترقی کسی بھی قوم کی بقا اور شناخت کی بنیاد ہوتی ہے۔ جو اقوام ترقی کی خواہاں ہوتی ہیں، وہ اپنے معاشی ڈھانچے کو مضبوط بنانے کے لیے مسلسل جدوجہد کرتی ہیں اور دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے خود انحصاری کو ترجیح دیتی ہیں۔ محنت، خودداری اور بلند حوصلہ ہی وہ اوصاف ہیں جو قوموں کو زوال سے

نکال کر ترقی کی بلندیوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشی ترقی کو اقوام کے عروج وزوال کا بنیادی پیمانہ قرار دیا جاتا ہے، اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

بیروزگاری:

پائیدار معاشی ترقی کے تناظر میں بیروزگاری ایک بنیادی اور نہایت سنگین رکاوٹ کے طور پر سامنے آتی ہے، جو نہ صرف کسی ایک ملک بلکہ عالمی سطح پر معاشروں کو متاثر کر رہی ہے۔ جب افراد کو روزگار کے مواقع میسر نہیں آتے تو وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے قاصر رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں معاشی اور سماجی مسائل جنم لیتے ہیں۔ بیروزگاری کی بڑی وجوہات میں صنعتی ترقی کی سست رفتاری اور معاشی ڈھانچے کی کمزوری شامل ہیں، جس کی وجہ سے معاشرے کے مختلف طبقات، خواہ وہ تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ، اس مسئلے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نوجوانوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی ایک بڑی تعداد بھی روزگار کے مواقع نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کر رہی ہے۔ بیروزگاری سے مراد وہ حالت ہے جس میں کوئی فرد کام کرنے کی صلاحیت اور خواہش رکھنے کے باوجود مناسب مدت کے دوران ملازمت حاصل نہ کر سکے، اور اس کی پیمائش شرحِ بیروزگاری کے ذریعے کی جاتی ہے جو افرادی قوت کے تناسب سے ظاہر کی جاتی ہے۔(1)

معاشی نظریات میں بھی بیروزگاری کو مختلف زاویوں سے دیکھا گیا ہے۔ کلاسیکی اور نو کلاسیکی مکاتبِ فکر کے مطابق، اگر منڈی کو آزادانہ طور پر کام کرنے دیا جائے تو بیروزگاری کا مسئلہ خود بخود کم ہو سکتا ہے، جبکہ حکومتی مداخلت بعض اوقات اس میں رکاوٹ بنتی ہے۔ اس کے برعکس، کینزی نظریہ بیروزگاری کو ایک وقتی اور چکری مسئلہ قرار دیتا ہے، جسے حکومتی اقدامات جیسے مالیاتی پالیسیوں، ترقیاتی منصوبوں اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے ذریعے کم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مارکسی نقطۂ نظر بیروزگاری کو سرمایہ دارانہ نظام کی ایک ناگزیر پیداوار سمجھتا ہے، جہاں مزدور طبقے پر دباؤ برقرار رکھنے کے لیے بیروزگاری کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔(2)

گہرائی سے جائزہ لینے پر واضح ہوتا ہے کہ بیروزگاری ایک عالمی مسئلہ بن چکی ہے جس کے اثرات ہر معاشرے میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ اگر اس پر بروقت قابو نہ پایا گیا تو یہ نہ صرف معاشی ترقی کی رفتار کو روک دے گی بلکہ سماجی بگاڑ، جرائم اور بدامنی کو بھی فروغ دے گی۔ ایسے حالات میں ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ مؤثر حکمتِ عملی اختیار کرے، صنعتی و معاشی شعبوں کو فروغ دے، اور افراد کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق روزگار فراہم کرے۔ اس سے نہ صرف افراد کی معاشی حالت بہتر ہو گی بلکہ معاشرہ بھی استحکام اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے گا۔(3)

کرپشن یا رشوت:

رشوت پائیدار معاشی ترقی کے راستے میں ایک نہایت خطرناک اور تباہ کن رکاوٹ کے طور پر سامنے آتی ہے، کیونکہ یہ پورے معاشرتی ڈھانچے کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ جب رشوت کا چلن عام ہو جائے تو انصاف کا نظام متاثر ہوتا ہے اور حق دار افراد اپنے جائز حقوق سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں عدم مساوات بڑھتی ہے، جہاں غریب مزید پسماندگی کا شکار ہو جاتا ہے جبکہ امیر طبقہ مزید طاقتور بنتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح رشوت نہ صرف معاشی ناانصافی کو فروغ دیتی ہے بلکہ سماجی بدعنوانی اور اخلاقی زوال کا بھی سبب بنتی ہے۔ یہ ایک معاشرتی برائی ہے جس کا قلع قمع کرنے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اَلرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي كِلَاهُمَا فِي النَّارِ"(4)

"رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنم میں ہیں"

یہ حدیثِ نبوی ﷺ رشوت کے لین دین کے بارے میں ایک واضح اور سخت تنبیہ پیش کرتی ہے، جس میں اس عمل سے مکمل اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق رشوت ایک بڑا گناہ ہے جو نہ صرف معاشرتی نظام کو بگاڑتا ہے بلکہ انصاف کے تقاضوں کو بھی مجروح کرتا ہے اور اخلاقی اقدار کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس حدیث میں رشوت دینے اور لینے والے دونوں کے لیے عذاب کی وعید اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ یہ عمل باہمی رضامندی کے باوجود ناجائز اور قابلِ مذمت ہے، کیونکہ اس سے معاشرے میں انصاف اور دیانت داری کے اصول کمزور پڑ جاتے ہیں۔ مزید بر آں، رشوت کا لین دین انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے، کیونکہ اس کے ذریعے کسی کا جائز حق مارا جاتا ہے یا کسی کو بلاوجہ نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اسی بنا پر رشوت کے ذریعے حاصل کی گئی آمدنی بھی ناجائز اور حرام قرار دی جاتی ہے، کیونکہ یہ کمائی انصاف کے بجائے ظلم اور بدعنوانی پر مبنی ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی لیے فرمایا:

"لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ"(5)

"رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی"

یہ حدیثِ نبوی ﷺ رشوت کے لین دین کی سخت مذمت کو واضح کرتی ہے اور اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی کا سبب بنتا ہے۔ "لعنت" کا مفہوم یہی ہے کہ انسان اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے، اور اس حدیث میں رشوت دینے اور لینے والے دونوں کو اس انجام سے دوچار بتایا گیا

ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں رشوت کو نہایت قبیح اور حرام عمل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ انصاف کے اصولوں کو پامال کرتی ہے اور معاشرے میں ظلم اور ناانصافی کو فروغ دیتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کی قباحت کو واضح کرتے ہوئے دونوں فریقین پر وعید سنائی، تاکہ معاشرہ عدل وانصاف کے اصولوں پر قائم رہے اور لوگ اس برائی سے مکمل اجتناب کریں۔ تاہم فقہی نقطۂ نظر سے یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص مجبوری کے عالم میں اپنا جائز حق حاصل کرنے یا کسی ظلم سے بچنے کے لیے رشوت دینے پر مجبور ہو جائے تو وہ گناہگار نہیں ہوگا، بلکہ اس کا وبال لینے والے پر ہوگا، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ مزید برآں، حرام ذرائع سے حاصل کی گئی کمائی انسان کی روحانی زندگی پر بھی منفی اثر ڈالتی ہے۔ جب کسی کا کھانا، لباس اور پرورش حرام کمائی سے وابستہ ہو جائے تو اس کی عبادات اور دعائیں بھی قبولیت سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اس لیے اسلام انسان کو پاکیزہ اور حلال ذرائع اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے تاکہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کر سکے۔

"كَانَ مَطْعَمُهُ حَرَامًا وَمَلْبَسُهُ حَرَامًا وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لَهُ"(6)

اس کا کھانا حرام، اس کا لباس حرام، اور اسے حرام سے غذا دی گئی ہے، تو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

اس حدیثِ نبوی ﷺ میں حرام کمائی کی سنگینی کو واضح کرتے ہوئے یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جب انسان کی روزی حرام ذرائع سے حاصل ہو اور اس کا کھانا، پینا اور لباس سب اسی ناجائز آمدن سے وابستہ ہو جائیں تو ایسی حالت میں اس کی دعا کی قبولیت کس طرح ممکن ہو سکتی ہے۔ اسلام میں حلال اور پاکیزہ رزق کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ یہی انسان کی روحانی پاکیزگی، عبادات کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ حرام کمائی انسان کو اللہ کی رحمت سے دور کر دیتی ہے اور اس کے روحانی اثرات کو کمزور کر دیتی ہے۔ یہ تعلیم ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ انسان کو اپنی آمدنی کے ذرائع اور مالی معاملات میں انتہائی احتیاط برتنی چاہیے تاکہ وہ اللہ کی رضا اور دعاؤں کی قبولیت حاصل کر سکے۔

مختصر طور پر کہا جا سکتا ہے کہ رشوت اور دیگر حرام ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی انسان کے دل و ضمیر کو آلودہ کر دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ اخلاقی احساسات سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور مال و دولت کی خاطر اپنی عزت و وقار تک کو قربان کرنے سے نہیں ہچکچاتا۔ ایسی ناجائز کمائی نہ دنیا میں فائدہ دیتی ہے اور نہ آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتی ہے، بلکہ اس کے ذریعے کیا گیا صدقہ و خیرات بھی انسان کو اللہ کے عذاب سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

معاشی عدم ہم آہنگی:

معاشی عدم ہم آہنگی پائیدار معاشی ترقی کی راہ میں ایک بنیادی اور سنگین رکاوٹ کی حیثیت رکھتی ہے، جس سے مراد معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان آمدنی، وسائل اور معاشی مواقع کی غیر متوازن تقسیم ہے۔ اس عدم توازن کے نتیجے میں معاشرے میں امیر اور غریب کے درمیان خلیج بڑھتی جاتی ہے، جہاں ایک طبقہ تمام معاشی سہولیات اور وسائل پر قابض ہوتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ بنیادی ضروریاتِ زندگی سے بھی محروم رہتا ہے۔ یہ صورتحال معاشرتی انصاف کے اصولوں کے منافی ہے اور اس کی بڑی وجوہات میں ناقص معاشی پالیسیاں، تعلیم کی کمی، بدعنوانی اور غیر مؤثر قانونی نظام شامل ہیں۔ اس عدم ہم آہنگی کے باعث نہ صرف معاشرتی تقسیم میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ غربت، بے روزگاری اور جرائم جیسے مسائل بھی شدت اختیار کر لیتے ہیں، جو مجموعی طور پر معاشی ترقی کے عمل کو متاثر کرتے ہیں۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اور متعلقہ ادارے ایسی مؤثر پالیسیوں کو اپنائیں جو وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنائیں اور معاشرتی طبقات کے درمیان توازن قائم کریں تاکہ ہر فرد کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہو سکیں۔ جب کہ مختلف تحقیقات، جن میں ڈاکٹر محبوب کی تحقیق بھی شامل ہے، اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ پاکستان کی بڑی دولت محدود خاندانوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہے، جس کے نتیجے میں معاشرتی ناہمواری اور طبقاتی تفریق میں اضافہ ہوا ہے۔ اس غیر منصفانہ تقسیم کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرے میں عدم ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے، جو بالآخر پائیدار معاشی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔(7)

غربت وافلاس:

غربت اور افلاس پائیدار معاشی ترقی کی راہ میں ایک نہایت اہم اور بنیادی رکاوٹ ہیں، کیونکہ یہ انسان کی معاشی، سماجی اور نفسیاتی زندگی کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ جب افراد غربت کا شکار ہوتے ہیں تو ان میں مایوسی اور بے سکونی پیدا ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں بعض اوقات وہ محنت اور جائز روزگار کے راستے چھوڑ کر غیر قانونی اور منفی سرگرمیوں کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔ فقر وافلاس انسان کو احساسِ محرومی میں مبتلا کر دیتا ہے، جس سے اس کی عزتِ نفس متاثر ہوتی ہے اور بعض حالات میں وہ گداگری جیسے رویوں پر بھی مجبور ہو جاتا ہے، حالانکہ اسلامی تعلیمات میں محنت اور حلال رزق کمانے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے منع کیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ غربت نہ صرف فرد کی ذاتی زندگی کو متاثر کرتی ہے بلکہ پورے معاشی نظام پر بھی منفی اثر ڈالتی ہے، کیونکہ اس سے انسانی وسائل کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں اور وہ معاشی ترقی میں مؤثر کردار ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ غربت کے شکار افراد اکثر تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی سہولیات سے محروم رہتے ہیں، جس کے باعث ان کی مہارتیں ترقی نہیں کر پاتیں اور وہ جدید معاشی مواقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف معاشی ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے بلکہ معاشرتی ناہمواری، جرائم اور عدم استحکام جیسے مسائل بھی بڑھ جاتے ہیں، جو مجموعی طور پر پائیدار ترقی کے عمل کو متاثر کرتے ہیں۔(8)

درآمدات وبرآمدات:

درآمدات اور برآمدات کسی بھی ملک کی معاشی کارکردگی اور ترقی کا ایک اہم پیمانہ سمجھے جاتے ہیں۔ اگر کسی ملک کی درآمدات اس کی برآمدات سے زیادہ ہوں تو اس سے تجارتی عدم توازن پیدا ہوتا ہے، جو بالآخر معاشی مشکلات اور مالی دباؤ کا سبب بنتا ہے۔ اسی لیے معاشی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ درآمدات پر انحصار کم کیا جائے اور برآمدات میں اضافہ کیا جائے، تاکہ ملک خود کفالت کی طرف بڑھ سکے اور زرِ مبادلہ کے ذخائر میں بہتری آئے۔ درآمدات پر حد سے زیادہ انحصار صنعتی ترقی کی رفتار کو بھی متاثر کرتا ہے، اس لیے مضبوط صنعتی بنیادوں کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ پاکستان چونکہ ایک زرعی ملک ہے، اس لیے اس کے پاس قدرتی وسائل اور افرادی قوت کی بڑی صلاحیت موجود ہے، جس سے بہتر طور پر فائدہ اٹھا کر صنعتی شعبے کو ترقی دی جا سکتی ہے۔ بدقسمتی سے اس پہلو پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی، حالانکہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بھی قیامِ پاکستان کے ابتدائی دور میں اس بات پر زور دیا تھا کہ ملک میں تیار شدہ اشیاء کی صنعتوں کو فروغ دیا جائے تاکہ غیر ملکی انحصار کم ہو اور ملکی معیشت مضبوط ہو سکے۔ ان کی رہنمائی کے مطابق پاکستان کو اپنی زراعت کے ساتھ ساتھ صنعتی ترقی پر بھی خصوصی توجہ دینی چاہیے تھی تاکہ معاشی خودمختاری حاصل کی جا سکے۔(9)

خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی ملک کی پائیدار معاشی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب وہ درآمدات کو کم کر کے برآمدات میں اضافہ کرے اور اپنی صنعتی وزرعی صلاحیتوں کو مؤثر طریقے سے بروئے کار لائے۔ اس حکمت عملی سے نہ صرف معاشی استحکام حاصل کیا جا سکتا ہے بلکہ ملک کو بیرونی انحصار سے بھی نجات دلائی جا سکتی ہے، جو کہ پائیدار ترقی کی بنیادی شرط ہے۔

سرمایہ کاری میں کمی: سرمایہ کاری کسی بھی ملک کی پائیدار معاشی ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے نئی صنعتوں کا قیام، روزگار کے مواقع میں اضافہ اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی ممکن ہوتی ہے۔ جب کسی

معیشت میں سرمایہ کاری کی شرح کم ہو جائے تو اس کے نتیجے میں معاشی ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور نئے صنعتی و کاروباری منصوبے شروع نہیں ہو پاتے، جس سے روزگار کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سڑکوں، توانائی، تعلیم اور صحت جیسے بنیادی شعبوں کی ترقی بھی متاثر ہوتی ہے، جو مجموعی طور پر ملکی معیشت کے استحکام میں رکاوٹ بنتی ہے۔

سرمایہ کاری کی کمی کا اثر صرف معاشی شعبے تک محدود نہیں رہتا بلکہ انسانی وسائل کی ترقی بھی متاثر ہوتی ہے، کیونکہ جب تعلیم اور صحت جیسے اہم شعبوں میں سرمایہ کاری نہ کی جائے تو افرادی قوت کی صلاحیتیں بہتر نہیں ہو پاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی ملک سرمایہ کاری کے بغیر ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ بدقسمتی سے موجودہ حالات میں نہ صرف مقامی سرمایہ کاری میں کمی دیکھنے میں آ رہی ہے بلکہ بیرونی سرمایہ کار بھی غیر یقینی صورتحال کے باعث محتاط رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اس صورتحال کے باعث ترقی کے تمام راستے محدود ہوتے جا رہے ہیں۔ سابقہ حکومتی سطح پر بھی اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ سرمایہ کاری کی شرح خطرناک حد تک کم ہو چکی ہے، جو کہ ایک سنگین معاشی چیلنج ہے۔ اگر اس مسئلے پر فوری اور مؤثر توجہ نہ دی گئی تو اس کے معیشت پر نہایت منفی اور دور رس اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔(10)

قلت پیداوار:

پائیدار معاشی ترقی کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ کسی بھی ملک میں پیداوار کا عمل مسلسل اور مؤثر انداز میں جاری رہے، کیونکہ معیشت کی مضبوطی کا انحصار اشیاء اور خدمات کی وافر دستیابی پر ہوتا ہے۔ جب پیداوار میں کمی واقع ہوتی ہے تو اس کے اثرات معیشت کے تمام شعبوں پر منفی طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے، اشیائے ضرورت کی کمی پیدا ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے اور عام آدمی کی قوتِ خرید متاثر ہوتی ہے۔ اس صورتحال سے معاشی سرگرمیوں کی رفتار بھی سست پڑ جاتی ہے، جو مجموعی اقتصادی نظام کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ پیداوار میں کمی کا ایک اور اہم اثر ملک کی برآمدات پر پڑتا ہے، کیونکہ جب ملکی سطح پر اشیاء کی پیداوار کم ہو جائے تو برآمدات کی مقدار بھی گھٹ جاتی ہے، جس سے زرِ مبادلہ کی آمدنی میں کمی آتی ہے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف بیرونی قرضوں پر انحصار بڑھتا ہے بلکہ ملکی معیشت بھی عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے اور ترقی کا عمل مزید سست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پیداوار میں کمی صنعتی اور زرعی شعبوں کی ترقی کو بھی متاثر کرتی ہے، کیونکہ جب یہ شعبے اپنی مکمل صلاحیت کے مطابق کام نہیں کر پاتے تو روزگار کے مواقع بھی محدود ہو

جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں بیروزگاری میں اضافہ ہوتا ہے، غربت بڑھتی ہے اور عوام کا معیارِ زندگی مزید متاثر ہوتا ہے، جو مجموعی طور پر پائیدار معاشی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوتا ہے۔(11)

مزید یہ کہ پیداوار میں کمی کسی بھی ملک کی معاشی خودکفالت کو بھی بری طرح متاثر کرتی ہے۔ جب ملکی ضروریات اندرونی پیداوار سے پوری نہ ہو سکیں تو حکومت کو مجبوراً درآمدات پر انحصار بڑھانا پڑتا ہے۔ اس بیرونی انحصار کے باعث معیشت عالمی منڈی کے اتار چڑھاؤ کے اثر میں آ جاتی ہے، جہاں قیمتوں میں تبدیلی، تجارتی پابندیاں اور عالمی معاشی حالات ملک کی اقتصادی صورتحال کو مزید غیر مستحکم کر سکتے ہیں۔ اس طرح ملک کی معاشی پالیسیوں پر بیرونی عوامل کا اثر بڑھ جاتا ہے اور اندرونی استحکام کمزور پڑ جاتا ہے۔

نتیجتاً کہا جا سکتا ہے کہ قلتِ پیداوار پائیدار معاشی ترقی کی راہ میں ایک بڑی اور بنیادی رکاوٹ ہے، جو مختلف معاشی شعبوں کو متاثر کر کے ترقی کی رفتار کو سست کر دیتی ہے۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ پیداواری صلاحیت میں اضافہ کیا جائے، جدید ٹیکنالوجی کو اپنایا جائے اور زرعی و صنعتی شعبوں میں سرمایہ کاری کو فروغ دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسی مؤثر اور مستقل پالیسیوں کی ضرورت ہے جو پیداوار میں تسلسل اور بہتری کو یقینی بنائیں، تاکہ ملک معاشی طور پر مضبوط اور خودکفیل بن سکے۔(12)

دولت کی غیر منصفانہ تقسیم:

پائیدار معاشی ترقی کے لیے دولت کی منصفانہ تقسیم ایک بنیادی اور لازمی شرط کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے معاشرے کے تمام افراد کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوتے ہیں، جو مجموعی معاشی استحکام اور خوشحالی کو فروغ دیتے ہیں۔ جب معاشرے میں دولت چند افراد یا مخصوص طبقات تک محدود ہو جائے تو اس سے معاشی اور سماجی عدم توازن پیدا ہوتا ہے، جو ترقی کے عمل کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ اس صورتحال میں ایک طرف محدود طبقہ بے پناہ وسائل کا مالک بن جاتا ہے جبکہ دوسری طرف بڑی آبادی بنیادی ضروریات جیسے تعلیم، صحت اور رہائش سے محروم رہتی ہے۔ یہ غیر مساوی صورتحال نہ صرف طبقاتی فرق کو بڑھاتی ہے بلکہ غربت کے دائرے کو بھی وسیع کرتی ہے اور معاشرتی ناانصافیوں میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ جب معاشرے کا بڑا حصہ بنیادی سہولیات سے محروم ہو تو اس کی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں اور وہ معاشی ترقی میں مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ نتیجتاً، معیشت کی مجموعی کارکردگی کمزور پڑ جاتی ہے اور پائیدار ترقی کا عمل سست ہو جاتا ہے، جو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم معاشی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

دولت کی غیر منصفانہ تقسیم معاشرے میں کئی سنگین سماجی اور معاشی مسائل کو جنم دیتی ہے، جن میں سب سے اہم معاشرتی بدامنی اور عدم استحکام ہے۔ جب افراد کو ان کی محنت کا مناسب صلہ نہیں ملتا اور امیر و غریب کے درمیان فرق بڑھتا جاتا ہے تو معاشرے میں مایوسی، بے چینی اور احساسِ محرومی پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ اکثر جرائم میں اضافے، سیاسی بے یقینی اور احتجاجی رویوں کی صورت میں سامنے آتا ہے، جو مجموعی طور پر معاشی ترقی کے عمل کو متاثر اور پیچیدہ بنادیتا ہے۔ اس کے علاوہ، دولت کا چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جانا سرمایہ کاری کے توازن کو بھی بگاڑ دیتا ہے۔ امیر طبقہ عموماً اپنی دولت کو محفوظ یا غیر پیداواری شعبوں جیسے جائیداد یا بیرونی سرمایہ کاری میں لگاتا ہے، جبکہ غریب طبقہ وسائل کی کمی کے باعث کاروبار، تعلیم یا صحت جیسے اہم شعبوں میں سرمایہ کاری کرنے سے محروم رہتا ہے۔ اس صورتحال کے نتیجے میں معیشت کے مختلف شعبے مکمل طور پر فعال نہیں ہو پاتے اور ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔ مزید یہ کہ اس غیر مساوی تقسیم کے اثرات صرف موجودہ نسل تک محدود نہیں رہتے بلکہ آنے والی نسلوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ تعلیم اور صحت جیسی بنیادی سہولیات کی عدم دستیابی ان کی صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہے، جس سے طویل مدت میں معاشی ترقی کا عمل غیر مستحکم رہتا ہے۔(13)

پائیدار معاشی ترقی کے حصول کے لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جائے، تاکہ تمام افراد اور طبقات کو معاشی سرگرمیوں میں شرکت کے مساوی مواقع میسر آ سکیں۔ اس مقصد کے لیے ریاستی سطح پر ایسی جامع اور مؤثر پالیسیاں اختیار کرنا ناگزیر ہے جو دولت کے غیر ضروری ارتکاز کو روکے اور اس کی عادلانہ تقسیم کو فروغ دیں۔ ان پالیسیوں میں تعلیم اور صحت جیسے بنیادی شعبوں تک مساوی رسائی، مؤثر ٹیکس اصلاحات، اور مضبوط سماجی تحفظ کے نظام کا قیام شامل ہونا چاہیے، تاکہ معاشرتی انصاف کو عملی شکل دی جاسکے۔ جب معاشرے میں وسائل کی تقسیم متوازن ہو گی تو اس کے نتیجے میں معاشی استحکام پیدا ہو گا اور پائیدار ترقی کی راہیں ہموار ہوں گی۔ اس کے برعکس، جب دولت چند مخصوص طبقات یا خاندانوں تک محدود ہو جاتی ہے تو اس سے معاشی عدم توازن شدت اختیار کر لیتا ہے اور ترقی کا عمل کمزور پڑ جاتا ہے۔ موجودہ حالات میں یہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ چند خاندان دولت کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھ کر اسے محدود دائرے میں جمع کر لیتے ہیں، جس کے نتیجے میں عام افراد کے لیے معاشی بقا مشکل ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سرمایہ دار طبقہ بھی اس عدم مساوات کے باعث دیگر طبقات کو کم تر سمجھنے لگتا ہے، جو سماجی

فاصلے کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ اگر دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا یہ سلسلہ جاری رہا تو نہ صرف معاشی ترقی متاثر ہوتی رہے گی بلکہ معیشت پائیدار بنیادوں پر استوار بھی نہیں ہو سکے گی۔(14)

صنعت و حرفت کی تباہی:

صنعت و حرفت کی تنزلی پائیدار معاشی ترقی کے عمل کو متعدد سطحوں پر متاثر کرتی ہے۔ جب صنعتی ڈھانچہ کمزور پڑتا ہے یا بڑے پیداواری یونٹس بند ہو جاتے ہیں تو اس کے اثرات صرف انہی اداروں تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس سے منسلک چھوٹے و درمیانے کاروبار بھی شدید متاثر ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں مجموعی معاشی سرگرمیوں میں نمایاں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس صورتحال کا براہِ راست نتیجہ بے روزگاری میں اضافے اور عوام کی قوتِ خرید میں کمی کی صورت میں سامنے آتا ہے، جو معاشی استحکام کو مزید کمزور کر دیتا ہے۔

اسی طرح صنعتوں کے زوال سے تکنیکی ترقی اور جدت کے عمل میں بھی واضح رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ صنعتی شعبہ چونکہ نئی ٹیکنالوجی کے نفاذ اور پیداوار میں بہتری کا بنیادی محرک ہوتا ہے، اس کی کمزوری سے جدید تکنیکی رجحانات فروغ نہیں پا پاتے، جس کے باعث ملکی معیشت عالمی مسابقت میں پیچھے رہ جاتی ہے۔ نتیجتاً معاشی نظام کی مجموعی کارکردگی متاثر ہوتی ہے اور ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔ مزید برآں، صنعتی سرگرمیوں میں کمی سرمایہ کاری کے بہاؤ اور مالی وسائل کی دستیابی پر بھی منفی اثر ڈالتی ہے۔ جب صنعتیں فعال نہ ہوں تو نہ صرف نجی سرمایہ کاروں کا اعتماد کم ہوتا ہے بلکہ حکومتی آمدنی میں بھی کمی واقع ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں عوامی فلاحی منصوبے اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی متاثر ہوتی ہے۔ یہ صورتحال معاشی بحالی کے لیے اضافی دباؤ پیدا کرتی ہے اور ترقیاتی عمل کو مزید پیچیدہ بنا دیتی ہے۔ آخرکار، صنعت و حرفت کی تباہی سماجی ڈھانچے پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ روزگار کے مواقع محدود ہونے سے غربت میں اضافہ ہوتا ہے، سماجی ناہمواری بڑھتی ہے اور جرائم و دیگر سماجی مسائل جنم لیتے ہیں۔ یہ تمام عوامل مل کر ایک ایسے منفی معاشی و سماجی دائرے کو جنم دیتے ہیں جو پائیدار معاشی ترقی کی راہ میں ایک سنگین اور بنیادی رکاوٹ کے طور پر سامنے آتا ہے۔(15)

مہنگائی:

مہنگائی پائیدار معاشی ترقی کی راہ میں مختلف طریقوں سے رکاوٹ بن سکتی ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

خریداری کی طاقت میں کمی: جب مہنگائی کی شرح بڑھتی ہے، تو اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، جس سے صارفین کی خریداری کی طاقت متاثر ہوتی ہے۔ لوگوں کی آمدنی میں اضافہ نہ ہونے کی صورت میں، وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کم خرچ کرنے لگتے ہیں۔ اس کمی سے کاروباروں کی فروخت میں کمی آتی ہے، جس

سے ان کی آمدنی کم ہوتی ہے اور وہ ترقیاتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح، اقتصادی سرگرمیاں سست ہو جاتی ہیں اور ترقی کی رفتار میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

سرمایہ کاری کی لاگت میں اضافہ: مہنگائی کے دوران، مرکزی بینک سود کی شرحوں کو بڑھا سکتا ہے تاکہ مہنگائی کو کنٹرول کیا جا سکے۔ بلند سود کی شرحیں کاروباروں کے لیے قرضے لینے کی قیمت کو بڑھا دیتی ہیں، جس سے نئے سرمایہ کاری کے منصوبے مہنگے اور کم پرکشش ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے کاروبار نئے منصوبوں میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے کم تیار ہوتے ہیں، اور نئے کاروبار کے قیام میں رکاوٹ آتی ہے، جو طویل مدتی ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ بنتی ہے۔

معاشرتی عدم استحکام: مہنگائی کی وجہ سے غربت اور عدم مساوات میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ قیمتوں میں اضافے سے کم آمدنی والے افراد اور خاندانوں پر مالی بوجھ بڑھ جاتا ہے۔ جب لوگ اپنے بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے زیادہ خرچ کرتے ہیں، تو ان کی زندگی کی معیار میں کمی آتی ہے، جس سے معاشرتی تناؤ اور عدم استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اس عدم استحکام کے نتیجے میں معاشرتی مسائل جیسے کہ جرم، صحت کی خدمات کی کمی، اور تعلیم کی عدم دستیابی ابھرتے ہیں، جو معاشرتی ترقی کی راہ میں مزید رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

اقتصادی استحکام میں خلل: مہنگائی معیشت میں عدم استحکام پیدا کرتی ہے، جس سے مالیاتی منصوبہ بندی اور بجٹ سازی میں مشکلات آتی ہیں۔ کاروبار اور حکومتیں قیمتوں میں تیزی سے تبدیلیوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے میں دشواری محسوس کرتی ہیں، جس سے معاشی فیصلے اور منصوبہ بندی میں غیر یقینی صورتحال پیدا ہوتی ہے۔ یہ غیر یقینی صورتحال اقتصادی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے کیونکہ سرمایہ کار اور کاروبار مستقبل کی منصوبہ بندی میں احتیاط برتتے ہیں۔ یہ تمام عوامل مل کر ایک ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں جو پائیدار معاشی ترقی کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے، اور ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے۔

بیرونی امداد پر انحصار:

بیرونی امداد پر حد سے زیادہ انحصار پائیدار معاشی ترقی کے عمل کو مختلف جہات سے متاثر کرتا ہے۔ جب کوئی ملک اپنی ترقیاتی ضروریات کے لیے مستقل طور پر غیر ملکی امداد پر بھروسہ کرنے لگتا ہے تو اس کی اقتصادی خود مختاری کمزور پڑ جاتی ہے۔ اکثر اوقات امداد فراہم کرنے والے ادارے یا ممالک اپنی شرائط اور ترجیحات کے مطابق پالیسیوں کا تعین کرتے ہیں، جو مقامی معاشی حقائق اور قومی ضروریات سے مکمل طور پر ہم آہنگ نہیں ہوتیں۔ اس صورت میں ترقی پذیر ممالک اپنی معاشی سمت خود متعین کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں اور بیرونی

دباؤ کے تحت فیصلے کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، جو طویل مدت میں ترقی کے عمل کو غیر متوازن بنا دیتا ہے۔ اسی طرح بیرونی امداد پر انحصار مقامی وسائل کے مؤثر استعمال اور اندرونی صلاحیتوں کی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے۔ جب ریاستیں اپنے اندرونی مالی اور انسانی وسائل کو متحرک کرنے کے بجائے بیرونی امداد پر زیادہ انحصار کرتی ہیں تو مقامی صنعتوں، سرمایہ کاری اور انسانی مہارتوں کی نشوونما سست پڑ جاتی ہے، جس سے اقتصادی خود کفالت کا خواب مزید دور ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بیرونی امداد کی غیر مستقل اور غیر یقینی نوعیت بھی معاشی منصوبہ بندی کو متاثر کرتی ہے، کیونکہ امداد میں کمی یا تاخیر ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔(16)

بیرونی امداد پر ضرورت سے زیادہ انحصار پائیدار معاشی ترقی کے عمل کو کئی سطحوں پر متاثر کرتا ہے۔ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس سے ملک کی اقتصادی خودمختاری کمزور پڑ جاتی ہے، کیونکہ امداد فراہم کرنے والے ادارے یا ممالک اکثر ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جو مقامی ترقیاتی ترجیحات اور زمینی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ اس کے نتیجے میں پالیسی سازی کا عمل بیرونی دباؤ کے تحت آنے لگتا ہے اور قومی معاشی فیصلوں میں خود انحصاری متاثر ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ بیرونی امداد پر مسلسل انحصار مقامی وسائل، اداروں اور انسانی صلاحیتوں کی ترقی کو سست کر دیتا ہے، کیونکہ ریاستیں اپنے اندرونی وسائل کو متحرک کرنے اور خود کفالت حاصل کرنے کی بجائے بیرونی مالی معاونت پر زیادہ بھروسہ کرنے لگتی ہیں۔ اس رویے سے طویل مدت میں معاشی خود کفالت کا عمل کمزور ہو جاتا ہے اور ترقی کا پائیدار راستہ متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح بیرونی امداد کی غیر یقینی اور متغیر نوعیت بھی معاشی و سیاسی عدم استحکام کا باعث بنتی ہے، کیونکہ امداد میں کسی بھی قسم کی کمی، تاخیر یا بندش ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کو براہِ راست متاثر کرتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ عوامل معیشت میں عدم توازن اور غیر یقینی صورتحال پیدا کرتے ہیں، جو پائیدار معاشی ترقی کے لیے ایک سنگین چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حکمرانوں کا عیاشانہ طرز زندگی:

حکمرانوں اور ریاستی اداروں کا طرزِ زندگی کسی بھی ملک کی پائیدار معاشی ترقی میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ حکومتی مشینری نہ صرف پالیسی سازی کی ذمہ دار ہوتی ہے بلکہ معاشرے میں قانون کی عملداری اور اجتماعی نظم و ضبط کو قائم رکھنے کی بھی ضامن ہوتی ہے۔ جب یہی ادارے اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنے لگیں، اور قانون کے نفاذ کے بجائے اس کی خلاف ورزی کا سبب بن جائیں، تو پورا نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں جب قانون بنانے والے خود قانون کی پاسداری نہ کریں اور عوام کو سادگی و کفایت شعاری کا درس دینے کے باوجود خود پر تعیش اور عیاشانہ طرزِ زندگی اختیار کریں، تو اس سے ریاستی اخلاقی ساکھ بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

اس قسم کے طرزِ عمل سے عوام اور حکمران طبقے کے درمیان اعتماد کا رشتہ کمزور ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرتی بے چینی اور احساسِ محرومی میں اضافہ ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ جب ریاستی وسائل کا غیر ضروری اور فضول استعمال کیا جاتا ہے تو ترقیاتی منصوبے متاثر ہوتے ہیں اور عوامی فلاح و بہبود کے لیے مختص وسائل غیر مؤثر ہو جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات بھی اس امر کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ اقتدار اور وسائل امانت ہیں اور ان میں عدل و توازن کو ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ لہٰذا حکمران طبقے کے غیر متوازن اور پر تعیش طرزِ زندگی کو معاشی و اخلاقی اعتبار سے ایک سنگین مسئلہ قرار دیا جا سکتا ہے جو بالآخر ریاستی استحکام اور پائیدار ترقی کے عمل کو متاثر کرتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ(17)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی جس وقت تک وہ اپنی حالت بدلنے کا مصمم ارادہ نہ کر لے

حکمران طبقے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود احتسابی کو اپنا شعار بنائیں اور سادگی، دیانت اور عوامی خدمت کے اصولوں کو اختیار کرتے ہوئے خلفائے راشدین کے مثالی طرزِ حکمرانی سے رہنمائی حاصل کریں۔ پائیدار معاشی ترقی کے تناظر میں حکمرانوں اور اعلیٰ سرکاری عہدیداروں کا عیاشانہ طرزِ زندگی ایک سنگین رکاوٹ کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اس سے ریاستی وسائل کا غیر ضروری اور غیر مؤثر استعمال بڑھ جاتا ہے، جس کا براہِ راست اثر ترقیاتی منصوبوں اور عوامی فلاحی خدمات پر پڑتا ہے۔ جب حکمران طبقہ شاہانہ طرزِ زندگی اختیار کرتا ہے تو محدود قومی وسائل کا بڑا حصہ غیر پیداواری اخراجات میں صرف ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں معاشی ترقی کے لیے درکار سرمایہ کم ہو جاتا ہے۔ مزید برآں، اس طرزِ عمل سے معاشرے میں طبقاتی ناہمواری اور اقتصادی عدم مساوات میں اضافہ ہوتا ہے، جو غربت، سماجی بے چینی اور عوامی عدم اطمینان کو جنم دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عیاشانہ طرزِ زندگی بدعنوانی اور اقربا پروری کے رجحانات کو بھی تقویت دیتا ہے، جس سے حکومتی اداروں کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے اور ترقیاتی عمل سست پڑ جاتا ہے۔ اس تناظر میں اسلامی معاشی فکر بھی حکمرانوں کے سخت احتساب اور بیت المال کے شفاف استعمال پر زور دیتی ہے۔ جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کتاب الخراج میں سرکاری اہلکاروں کے احتساب اور مالی نظم و ضبط کی اہمیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اس لیے یہ امر ناگزیر ہے کہ حکمران طبقہ سادگی، دیانت اور جواب دہی کے اصولوں کو اپنائے تاکہ پائیدار معاشی ترقی کی راہ ہموار ہو سکے۔(18)

ٹیکس سسٹم کی خرابی:

ٹیکس نظام کی کمزوری یا خرابی کسی بھی ملک کی پائیدار معاشی ترقی کے لیے ایک سنگین رکاوٹ ثابت ہوتی ہے، کیونکہ یہ ریاست کی مالی بنیادوں کو کمزور کر دیتی ہے۔ جب ٹیکس کا نظام پیچیدہ، غیر شفاف یا غیر منصفانہ ہو تو عوام اور کاروباری طبقہ اس کی مکمل تعمیل نہیں کرتا، جس کے نتیجے میں ٹیکس وصولی میں نمایاں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس کمی کا براہِ راست اثر حکومتی آمدنی پر پڑتا ہے، اور حکومت اپنے ترقیاتی منصوبوں، بنیادی ڈھانچے اور عوامی فلاحی خدمات کے لیے مطلوبہ وسائل فراہم کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ اسی طرح کمزور ٹیکس نظام بدعنوانی اور مالی بے ضابطگیوں کو بھی فروغ دیتا ہے، کیونکہ غیر مؤثر قوانین اور کمزور انتظامی ڈھانچہ غیر قانونی فوائد حاصل کرنے کے مواقع پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ غیر یقینی اور بوجھل ٹیکس پالیسیوں کے باعث ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاروں کا اعتماد متاثر ہوتا ہے، جس سے سرمایہ کاری کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور صنعتی و کاروباری سرگرمیوں میں کمی آتی ہے۔ جب ٹیکسوں کی وصولی مؤثر انداز میں نہ ہو تو ملکی معیشت شدید دباؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔ ترقیاتی بجٹ متاثر ہوتا ہے، صنعتی توسیع رک جاتی ہے اور حکومتی مالی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ اس مالی کمی کو پورا کرنے کے لیے اکثر بیرونی مالیاتی اداروں جیسے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک پر انحصار بڑھ جاتا ہے، جس سے معاشی خودمختاری مزید کمزور ہوتی ہے۔ اس طرح ٹیکس نظام کی خرابی مجموعی طور پر معاشی استحکام اور پائیدار ترقی کے عمل کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔(19)

ذرائع آمدن کا فقدان:

ذرائع آمدن کی کمی کسی بھی ریاست کی پائیدار معاشی ترقی کے راستے میں ایک بنیادی اور سنگین رکاوٹ کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں حکومتی مالیاتی وسائل محدود ہو جاتے ہیں اور ترقیاتی منصوبہ بندی کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ جب کسی ملک کے پاس آمدنی کے مستحکم اور متنوع ذرائع موجود نہ ہوں تو حکومت کے لیے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر، عوامی خدمات کی فراہمی، اور طویل المدتی ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے درکار مالی وسائل حاصل کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس صورتحال کا براہِ راست اثر سماجی شعبوں جیسے تعلیم، صحت اور فلاحی پروگراموں پر پڑتا ہے، جس سے عوامی معیارِ زندگی میں واضح تنزلی واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح آمدنی کے محدود ذرائع سرمایہ کاری کے ماحول کو بھی غیر یقینی بناتے ہیں، کیونکہ مالی وسائل کی کمی کے باعث نہ صرف نجی شعبے کی توسیع متاثر ہوتی ہے بلکہ صنعتی ترقی کی رفتار بھی سست پڑ جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں روزگار کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں اور مجموعی اقتصادی نمو متاثر ہوتی ہے۔ مزید برآں، جب ریاست اپنی آمدنی میں کمی کا سامنا کرتی ہے تو اسے مالی خسارے کو

پورا کرنے کے لیے بیرونی یا اندرونی قرضوں پر انحصار بڑھانا پڑتا ہے، جس سے قرضوں کا بوجھ بڑھتا ہے اور معیشت کا مالی استحکام کمزور ہو جاتا ہے۔یوں ذرائع آمدن کا فقدان نہ صرف موجودہ مالیاتی نظام کو غیر مستحکم کرتا ہے بلکہ طویل مدت میں پائیدار معاشی ترقی کے اہداف کے حصول میں بھی ایک سنجیدہ رکاوٹ کے طور پر سامنے آتا ہے، جو ریاستی معیشت کی مجموعی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے۔(20)

وسائل سے عدم استفادہ:

وسائل سے غیر مؤثر استفادہ پائیدار معاشی ترقی کے عمل میں ایک اہم رکاوٹ کے طور پر سامنے آتا ہے، کیونکہ اس سے کسی بھی ملک کی پیداواری صلاحیت اور مجموعی اقتصادی نمو محدود ہو جاتی ہے۔ جب قدرتی، انسانی اور مالی وسائل کو درست منصوبہ بندی اور مؤثر حکمت عملی کے تحت استعمال نہ کیا جائے تو ترقیاتی منصوبے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر پاتے، جس کے باعث معیشت کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔ قدرتی وسائل جیسے معدنیات، آبی ذخائر اور زرعی اراضی اگر غیر مؤثر یا ناکافی طور پر استعمال ہوں تو اس سے نہ صرف پیداوار میں کمی واقع ہوتی ہے بلکہ غربت اور معاشی ناہمواری میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔اسی طرح انسانی وسائل سے عدم استفادہ بھی معیشت کی ترقی میں بڑی رکاوٹ بنتا ہے، کیونکہ تعلیم، ہنر اور پیشہ ورانہ تربیت کے مواقع محدود ہونے کی صورت میں ایک ملک اپنی افرادی قوت کی مکمل صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاپاتا، جس سے صنعتی اور تجارتی شعبے متاثر ہوتے ہیں۔مالی وسائل کا غیر مؤثر استعمال بھی سرمایہ کاری کے ماحول کو کمزور کرتا ہے اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وسائل سے عدم استفادہ دراصل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناقدری کے مترادف ہے۔اگر کسی ملک میں موجود قدرتی اور انسانی وسائل کو صحیح سمت میں بروئے کار لایا جائے تو وہی وسائل معاشی ترقی کی بنیاد بن سکتے ہیں اور معیشت کو زوال سے نکال کر ترقی واستحکام کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔(21)

سودی نظام:

سودی نظام معیشت کی ساخت کو غیر متوازن اور کمزور کرنے کا ایک اہم سبب سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ پورے مالیاتی عمل پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جب کسی معیشت میں سودی لین دین غالب ہو جاتا ہے تو کاروباری سرگرمیوں کی لاگت میں اضافہ ہو جاتا ہے، کیونکہ قرضوں پر عائد سود کی ادائیگیاں اداروں اور کاروباری افراد کے لیے ایک مستقل مالی بوجھ بن جاتی ہیں۔ اس بوجھ کے نتیجے میں خاص طور پر چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروبار ترقی کرنے کے بجائے مالی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے مجموعی اقتصادی رفتار متاثر ہوتی ہے۔ اسی

طرح سودی نظام میں مالی وسائل کا ارتکاز چند مالیاتی اداروں تک محدود ہو جاتا ہے، جس کے باعث معیشت میں وسائل کی منصفانہ تقسیم متاثر ہوتی ہے۔ سرمایہ زیادہ تر قرضوں اور سود کی وصولی کے عمل میں گردش کرتا رہتا ہے جبکہ حقیقی پیداواری شعبے نسبتاً نظر انداز ہو جاتے ہیں، جس سے ترقیاتی منصوبوں کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔ مزید یہ کہ سودی نظام معاشرتی ناہمواری اور غربت میں اضافہ کرتا ہے، کیونکہ کم آمدنی والے افراد اور کمزور کاروبار سود کی ادائیگیوں کے دباؤ کو زیادہ شدت سے محسوس کرتے ہیں، جو ان کی مالی حالت کو مزید کمزور بنا دیتا ہے۔ المختصر یہ پورا نظام نہ صرف معاشی استحکام کو متاثر کرتا ہے بلکہ پائیدار ترقی کے امکانات کو بھی محدود کر دیتا ہے، کیونکہ اس سے معیشت کا توازن بگڑ تا ہے اور ترقی کا عمل غیر مساوی اور غیر مستحکم ہو جاتا ہے۔(22)

اسلامی معاشی اصولوں سے انحراف:

اسلامی معاشی اصولوں سے انحراف کسی بھی معاشرے کے لیے معاشی زوال اور عدم استحکام کا سبب بن سکتا ہے، کیونکہ اسلامی معیشت کا بنیادی مقصد عدل، توازن اور فلاحِ عامہ کو یقینی بنانا ہے۔ جب کسی معاشی نظام میں ان اصولوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں بدعنوانی، ناانصافی اور معاشی ناہمواری جیسے مسائل جنم لیتے ہیں، جو مجموعی ترقی کے عمل کو متاثر کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں زکوۃ، صدقات اور غیر سودی مالی معاملات کو دولت کی منصفانہ تقسیم اور سماجی بہبود کے اہم ذرائع کے طور پر بیان کیا گیا ہے، لیکن جب ان سے روگردانی کی جاتی ہے تو دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتی ہے اور وسیع طبقہ غربت کا شکار رہتا ہے۔ اسی طرح اسلامی اصولوں سے ہٹ کر قائم ہونے والے مالیاتی نظام میں اخلاقی کمزوریاں جیسے دھوکہ دہی، سود اور استحصال بڑھ جاتے ہیں، جو نہ صرف معاشی استحکام کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ عوامی اعتماد کو بھی کمزور کر دیتے ہیں۔ اس صورتحال کا مجموعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معیشت غیر متوازن ہو جاتی ہے اور پائیدار ترقی کے اہداف حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کسی ملک کو معاشی انحطاط سے نکال کر استحکام اور ترقی کی راہ پر گامزن کرنا مقصود ہو تو اسے اسلامی شریعت کے جامع اور منصفانہ معاشی اصولوں کو اختیار کرنا ہو گا، کیونکہ انہی اصولوں میں ایک منصف، متوازن اور پائیدار معاشی نظام کی ضمانت موجود ہے۔(23)

مکمل بحث کا مختصر خلاصہ یہ ہے پائیدار معاشی ترقی کے راستے میں متعدد معاشی، سماجی اور اخلاقی رکاوٹیں کارفرما ہوتی ہیں جو مجموعی طور پر کسی بھی ریاست کی ترقیاتی صلاحیت کو محدود کر دیتی ہیں۔ ان رکاوٹوں میں سب سے نمایاں بیروزگاری ہے جو صنعتی ترقی کی سست رفتاری، محدود سرمایہ کاری اور کمزور معاشی پالیسیوں کے باعث مسلسل بڑھتی رہتی ہے، جس سے نہ صرف انسانی وسائل کا ضیاع ہوتا ہے بلکہ غربت اور سماجی مسائل میں بھی

اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کرپشن، رشوت اور بدعنوانی جیسے اخلاقی انحرافات معاشرتی انصاف کو متاثر کرتے ہیں اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کا باعث بنتے ہیں، جس سے ریاستی اداروں پر عوامی اعتماد کمزور پڑ جاتا ہے۔ معاشی عدم ہم آہنگی اور دولت کی غیر مساوی تقسیم طبقاتی خلیج کو بڑھاتی ہے، جس کے نتیجے میں ایک طرف وسائل کی فراوانی جبکہ دوسری طرف بنیادی ضروریات کی محرومی جنم لیتی ہے۔ غربت اور افلاس انسانی صلاحیتوں کو محدود کر کے معاشی ترقی میں شمولیت کے امکانات کم کر دیتے ہیں، جبکہ درآمدات وبرآمدات میں عدم توازن ملکی معیشت کو بیرونی دباؤ کا شکار بناتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ کاری کی کمی، قلت پیداوار اور وسائل سے عدم استفادہ معیشت کی پیداواری صلاحیت کو کمزور کرتے ہیں، جس سے صنعتی وزرعی ترقی سست پڑ جاتی ہے۔ مزید برآں صنعت وحرفت کی تباہی، ٹیکس نظام کی خرابی، حکمرانوں کا عیاشانہ طرزِ زندگی اور بیرونی امداد پر حد سے زیادہ انحصار بھی معاشی خود کفالت اور استحکام کے راستے میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ اسلامی معاشی اصولوں سے انحراف اور سودی نظام کا غلبہ ان تمام مسائل کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے، کیونکہ یہ نظام عدل، توازن اور فلاحِ عامہ کے بنیادی اصولوں کو متاثر کرتا ہے۔ ان تمام عوامل کا مجموعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشی ترقی کا عمل سست، غیر متوازن اور غیر پائیدار ہو جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ جامع، منصفانہ اور اصولی اصلاحات کے ذریعے ان رکاوٹوں کا خاتمہ کیا جائے تاکہ ایک مستحکم اور پائیدار معاشی نظام تشکیل دیا جا سکے۔

حوالہ جات:

(1) فاروقی، محمد یوسف، اسلام اور معاصر معاشی افکار ومسائل، کراچی، مکتبہ معارف اسلامی، 2011، ص:1173

(2) Richard Layard, Stephen Nickell, Unemployment: Macroeconomic Performance and the Labour Market"1991. Oxford University Press, p#631

(3) محمد یوسف، اسلام اور معاصر معاشی افکار ومسائل، ص:1174

(4) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، بیروت، دار صادر، 1995، کتاب الأحکام، رقم الحدیث:1336

(5) ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأحکام، بیروت لبنان، دارالکتب العلمیہ، 2006، رقم الحدیث، 2313

(6) قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ، ریاض، دار المغنی، 2009، رقم الحدیث:1015

(7) خورشید احمد، معاشی نظریات اور اسلامی معیشت، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2002، ص:215

(8) غلام جیلانی، غربت وافلاس: اسباب اور علاج، اسلام آباد، مکتبہ اسلامیہ، 2007، ص:317

(9) محمد یوسف، اسلام اور معاصر معاشی افکار ومسائل، ص:1175

(10) شکیل احمد، ڈاکٹر، سرمایہ کاری کے اصول، کراچی، علم عمل پبلیکیشنز، 2015، ص:192
(11) محمد یوسف، اسلام اور معاصر معاشی افکار و مسائل، ص:1176
(12) ایضاً
(13) محمد ارشد، ڈاکٹر، معاشرتی انصاف اور دولت کی تقسیم، اسلام آباد، اسلام آباد یونیورسٹی پبلیکیشنز، 2016، ص:412
(14) امجد حسین، ڈاکٹر، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم: مسائل اور حل، کراچی، امید پبلیکیشنز، 2019، ص:291
(15) محمد یوسف، اسلام اور معاصر معاشی افکار و مسائل، ص:1177
(16) ایضاً، ص:1178
(17) قرآن حکیم، الرعد:11
(18) امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، باب "مراقبہ الوُلات، بیروت، دار صادر، 1996، ج:1 ص:88،89
(19) محمد یوسف، اسلام اور معاصر معاشی افکار و مسائل، ص:1178
(20) ایضاً، ص:1179
(21) ایضاً، ص:1180
(22) زینب فاطمہ، ڈاکٹر، سود کی فطرت اور اسلامی معاشیات، کراچی، علم و ادب پبلیکیشنز، 2018، ص:512
(23) محمد یوسف، اسلام اور معاصر معاشی افکار و مسائل، ص:1181